انسانی قوای، طاقتوں اور استعدادوں کو موقع ومحل کے مطابق استعمال کرنا تقویٰ ہے

(خطبہ جمعہ فرمودہ ۷؍جون ۱۹۷۴ء بمقام مسجد اقصیٰ ربوہ)

تشہّد وتعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور نے یہ آیہ کریمہ تلاوت فرمائی:-

اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّ الَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ (النحل:۱۲۹)

پھر حضور انور نے فرمایا:-

قرآن عظیم کے مطالعہ سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسان جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے لئے، جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے سے محبت اور عشق کے لئے، جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی اطاعت کے لئے، جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات سے متصف ہونے کے لئے پیدا کیا ہے، وہ اپنے اعمال کے نتیجہ میں دو حصوں میں منقسم ہو جاتا ہے۔

ایک وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہوتا ہے جیسا کہ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا اور دیگر آیات میں بیان ہوا ہے اور ایک وہ لوگ ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ نہیں ہوتا، جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ اُس معنی میں نہیں ہوتا جس معنی میں کہ قرآن عظیم نے اس فقرہ کو استعمال کیا ہے تاہم اللہ تعالیٰ کی صفات کے وہ جلوے جن کا تعلق الٰہی معیّت سے نہیں ہوتا وہ ان لوگوں پر بھی ظاہر ہوتے رہتے ہیں یعنی جو مفہوم اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا میں بیان ہوا ہے اس کے ساتھ تعلق نہیں ہوتا مثلاً سورۃ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی جو صفت ربّ العٰلمین بتائی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو جو قویٰ دیئے ہیں۔ اس عالمین میں موجود ہر مخلوق کو جو استعدادیں

عطا کی ہیں، اُس نے اُن کی ربوبیت کے سامان بھی پیدا کئے ہیں یعنی جہاں تک کھانے کا تعلق ہے، غذا کا تعلق ہے یا گندم اور دوسری اشیاء کا تعلق ہے، جیسے ان لوگوں کے لئے زمین پیدا کرتی ہے جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہے ویسے ہی ان لوگوں کے لئے بھی پیدا کرتی ہے جن کے ساتھ قرآن کریم کے ارشاد کے مطابق اللہ نہیں ہے لیکن ایک ایسی دُنیا بھی ہے اور ایک وہ صفات بھی ہیں جو صرف ان لوگوں پر ظاہر ہوتی ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہوتا ہے۔

اس وقت گرمی بہت ہے چونکہ گرمی مجھے تکلیف دیتی ہے اس لئے گرمی کی وجہ سے لمبا خطبہ نہیں دے سکتا۔ میں مختصراً ایک موٹی مثال دیتا ہوں جو میری آپ بیتی سے متعلق ہے اور جس کے مطابق میں علیٰ وجہ البصیرت یہ کہہ سکتا ہوں کہ وہ سرور جو اللہ تعالیٰ کے خاص فضل اور رحمت سے انسان کو حاصل ہوتا ہے ساری دُنیا کی لذتیں اس کا مقابلہ نہیں کرسکتیں۔ یہ وہ چیزیں ہیں جو ان لوگوں کے حق میں ظاہر ہوتی ہیں جو اس رنگ میں اللہ تعالیٰ کے ہو جاتے ہیں جس رنگ میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے۔

چنانچہ ایک دفعہ پتہ نہیں مجھے کیا سوجھی (شاید کوئی کہے گا یہ پاگل پن تھا) میں نے یہ دُعا کی کہ اے خدا! مجھے وہ لذت عطا فرما جس کا تعلق کسی مادی چیز سے نہ ہو مثلاً ایک پیاسا آدمی ہے اس کے لئے گرمیوں کے دنوں میں ٹھنڈا پانی سرور پیدا کرتا ہے پانی ایک مادی چیز ہے اسی طرح ایک بھوکا آدمی ہے اس کو کئی دن کے بعد کھانا ملے تو اسے سرور حاصل ہوتا ہے۔ پچھلے سال جب سیلاب آئے تھے تو ہمارے بعض نوجوان ۳۶۔۳۶ گھنٹے بھوکے رہ کر اور اپنی جانوں کو خطرے میں ڈال کر اپنے اپنے علاقے کی آبادی کو محفوظ مقامات تک پہنچانے کے لئے کام کرتے رہے۔ وہ جب واپس آئے ہوں گے اور اُنہوں نے کھانا کھایا ہوگا تو اُنہیں کھانے میں غیر معمولی لذت حاصل ہوئی ہوگی۔ چنانچہ میں نے یہ دُعا کی کہ اے میرے رب کریم! تیرے قانون کے مطابق مادی اشیاء سے سرور حاصل ہوتے ہیں ان کا مشاہدہ کرنے کے لئے میں دُعا نہیں کرتا یہ تو مجھے روز ملتے ہیں۔ اے خدا! مجھے ایسی لذت عطا فرما جس کا تعلق مادی طور پر لذت پہنچانے والی اشیاء سے نہ ہو۔ خدا تعالیٰ کی شان تھی کہ دُعا کرنے پر ابھی ایک گھنٹہ بھی گزرنے نہ پایا تھا کہ میرے جسم کے روئیں روئیں میں ایک ایسی لذت اور سرور پیدا ہوا جس کی

کوئی مادی وجہ نہ تھی، صرف دُعا کی قبولیت تھی۔ میں اس غیر معمولی لذت اور سرور کو ۲۴ گھنٹے تک محسوس کرتا رہا یعنی میرا دل بھی اور میرا دماغ بھی میرا جسم بھی اور میری روح بھی اور میرا ذہن بھی اس سے لطف اندوز ہوتا رہا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ جو لوگ حقیقی معنے میں اللہ تعالیٰ کے عاشق ہو جاتے ہیں اللہ تعالیٰ دونوں جہان اُن کو دے دیتا ہے مگر جو لوگ اللہ تعالیٰ کے حقیقی عاشق ہیں وہ ان دو جہانوں کو لے کر کیا کریں گے۔

پس اصل بات یہ ہے کہ دُنیا دار کی نگاہ میں صرف دُنیا ہی کا سرور ہے مثلاً اچھے کھانے اور آرام دہ گھر ہیں دولتیں ہیں آپس میں بڑی بڑی سوسائٹیاں، مجلسیں اور کلب بنا رکھے ہیں۔ غرض انسان نے ہزار قسم کی لذت کے سامان بنا لئے ہیں اور ان میں وہ بڑی تفصیل میں گیا ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے بندہ کو جو لذت اور سرور حاصل ہوتا ہے اس رنگ میں دوسروں کو نہیں ملتا۔ ویسے جہاں تک اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا تعلق ہے مومن کو بھی اس سے حصہ ملتا ہے اور کافر کو بھی لیکن جو سرور خدا کا بندہ حاصل کرتا ہے وہ دوسروں کو حاصل نہیں ہوتا۔ اس لئے ہم علیٰ وجہ البصیرت یہ کہہ سکتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مبالغہ نہیں کیا بلکہ جب آپ نے یہ سچ فرمایا کہ اے خدا! جو شخص تیرا ہو جاتا ہے۔ جو شخص تیرا عاشق زار بن جاتا ہے جو شخص تیری محبت میں فنا اور تجھ پر فدا ہو جاتا ہے اس کے سامنے تو دونوں جہان پیش کر دیتا ہے لیکن اس کے لئے یہ دونوں جہان بھی غیر ہیں وہ ان کو لے کر کیا کرے گا کیونکہ اے خدا! جب تو مل گیا جب تیرا پیار مل گیا جب تیری رضا مل گئی تو پھر کسی اور چیز کی ضرورت ہی کیا ہے۔

معیّت کا یہی وہ مفہوم ہے جس کا قرآن کریم نے متعدد جگہ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ کے الفاظ میں بیان کیا ہے۔ کبھی اس کی کوئی صفت بیان کی ہے اور کبھی کوئی اور صفت بیان کی ہے۔ اس وقت میں صرف دو باتوں کو لوں گا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّ الَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ کہ اللہ تعالیٰ کی معیّت ایک تو متقیوں کو حاصل ہوتی ہے دوسرے محسنین کو۔ چنانچہ تقویٰ کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ بیان کیا ہے اس کے میں ایک دو

حوالے اس وقت پڑھوں گا تا کہ احباب پر اس کا مفہوم واضح ہو جائے۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی کتاب آئینہ کمالات اسلام میں فرماتے ہیں:-

’’حقیقی تقویٰ کے ساتھ جاہلیت جمع نہیں ہوسکتی۔حقیقی تقویٰ اپنے ساتھ ایک نور رکھتی ہے۔جیسا کہ اللہ جلّ شانہٗ فرماتا ہے

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ (الانفال:۳۰)

وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ (الحدید:۲۹)

یعنی اے ایمان والو! اگر تم متقی ہونے پر ثابت قدم رہو اور اللہ تعالیٰ کے لئے اِتّقاء کی صفت میں قیام اور استحکام اختیار کرو تو خدا تعالیٰ تم میں اور تمہارے غیروں میں فرق رکھ دے گا۔وہ فرق یہ ہے کہ تم کو ایک نور دیا جائے گا جس نور کے ساتھ تم اپنی تمام راہوں میں چلو گے یعنی وہ نور تمہارے تمام افعال اور اقوال اور قویٰ اور حواس میں آجائے گا۔تمہاری عقل میں بھی نور ہوگا اور تمہاری ایک اٹکل کی بات میں بھی نور ہوگا اور تمہاری آنکھوں میں بھی نور ہوگا اور تمہارے کانوں اور تمہاری زبانوں اور تمہارے بیانوں اور تمہاری ہر ایک حرکت اور سکون میں نور ہوگا اور جن راہوں میں تم چلو گے وہ راہ نورانی ہو جائیں گی۔غرض جتنی تمہاری راہیں تمہارے قویٰ کی راہیں اور تمہارے حواس کی راہیں ہیں وہ سب نور سے بھر جائیں گی اور تم سراپا نور میں ہی چلو گے۔‘‘ (آئینہ کمالات اسلام روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۱۷۷، ۱۷۸)

پھر آپ ملفوظات میں فرماتے ہیں:-

’’متقی بننے کے واسطے یہ ضروری ہے کہ بعد اس کے کہ موٹی باتوں جیسے زنا، چوری، تلفِ حقوق، ریا، عجب، حقارت، بُخل کے ترک میں پکا ہو تو اخلاق رذیلہ سے پرہیز کر کے اُن کے بالمقابل اخلاق فاضلہ میں ترقی کرے۔‘‘

یعنی متقی کے لئے یہی کافی نہیں کہ وہ صرف بُرے اخلاق سے بچے۔متقی کے لئے یہ بھی

ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن عظیم میں جو اچھے اور نیک اخلاق بیان فرمائے ہیں اور جن کی تفصیل ہمیں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ارشادات عالیہ میں ملتی ہے اُن اخلاق میں ترقی کرتا چلا جائے۔ چنانچہ اسی تسلسل میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں۔

''لوگوں سے مروت خوش خلقی ہمدردی سے پیش آوے خدا تعالیٰ کے ساتھ سچی وفا اور صدق دکھلاوے۔ خدمات کے مقام محمود تلاش کرے۔ ان باتوں سے انسان متقی کہلاتا ہے اور جو لوگ ان باتوں کے جامع ہوتے ہیں وہی اصل متقی ہوتے ہیں یعنی اگر ایک ایک خلق فرداً فرداً کسی میں ہوں تو اُسے متقی نہ کہیں گے۔''

مثلاً ایک شخص عام طور پر سچ بولتا ہے۔ لیکن دیانت سے کام نہیں لیتا تو وہ متقی نہیں بلکہ تمام انسانی قویٰ اس کی تمام طاقتوں اور استعدادوں کو موقع اور محل کے مطابق استعمال کرنا یہ تقویٰ ہے اگر کسی شخص میں کوئی ایک خاص خُلق فرداً فرداً پایا جاتا ہے تو اُسے متقی نہ کہیں گے۔ فرمایا:-

''جب تک بحیثیت مجموعی اخلاقِ فاضلہ اس میں نہ ہوں اور ایسے ہی شخصوں کے لئے لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (البقرۃ: ۶۲) ہے اور اس کے بعد اُن کو کیا چاہیئے اللہ تعالیٰ ایسوں کا متولی ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ وہ فرماتا ہے وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ (الاعراف: ۱۹۷) حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اُن کے ہاتھ ہو جاتا ہے جس سے وہ پکڑتے ہیں۔ اُن کی آنکھ ہو جاتا ہے جس سے وہ دیکھتے ہیں۔ اُن کے کان ہو جاتا ہے جن سے وہ سُنتے ہیں۔ اُن کے پاؤں ہو جاتا ہے جن سے وہ چلتے ہیں اور ایک اور حدیث میں ہے کہ جو میرے ولی کی دشمنی کرتا ہے۔ میں اس سے کہتا ہوں کہ میرے مقابلہ کے لئے تیار رہو۔ ایک جگہ فرمایا ہے کہ جب کوئی خدا کے ولی پر حملہ کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اُس پر ایسے جھپٹ کر آتا ہے جیسے ایک شیرنی سے کوئی اس کا بچہ چھینے تو وہ غضب سے جھپٹتی ہے''۔

(ملفوظات جلد دوم صفحہ ۶۸۰-۶۸۱ جدید ایڈیشن)

پس اس آیۂ کریمہ میں جو مَعَ الَّذِيْنَ کہا گیا ہے یہ دو صفات کا مطالبہ کرتا ہے ایک اُس تقویٰ کا جسے قرآن کریم نے بیان کیا ہے اور جس کے متعلق میں نے اس وقت دو حوالے

پڑھ دیئے ہیں۔ تفسیر آپ خود سمجھ جائیں گے اور دوسرے یہ کہ وہ احسان کرنے والے ہوں۔ احسان کے دو موٹے معنی ہیں وہ میں اس وقت بیان کر دیتا ہوں۔

احسان کے ایک معنے یہ ہیں کہ انسان اپنی قوتوں اور استعدادوں کو موقع و محل کے لحاظ سے استعمال کر کے جو اچھے خُلق بجا لاتا یا بجا لاسکتا ہے اُن کو پورے حُسن کے ساتھ بجا لائے۔ اُن کو اچھی طرح ادا کرنے کے لئے بھر پور کوشش کرے۔ ایسی کوشش کہ اس میں کوئی خامی اور کوئی کمی نہ رہے مثلاً خدمت خلق ہے۔ انسان کو اس کی طاقت دی گئی ہے۔ اس لحاظ سے احسان کے معنی یہ ہوں گے کہ خدمت خلق کے سارے پہلوؤں کو مدنظر رکھ کر اور اپنی بساط کے مطابق اس خدمت کو کمال تک پہنچانا۔ اسی لئے ہماری جماعت جو ایک غریب اور چھوٹی سی جماعت ہے جب کبھی خدمت خلق کا موقع پیدا ہوتا ہے تو یہ کوشش یہ کرتی ہے کہ جہاں تک اس سے ہو سکے قطع نظر اس کے کسی کا عقیدہ کیا ہے یا کسی کا سیاسی مسلک کیا ہے، خدمت کے لئے باہر نکلتی ہے اور لوگوں کی بے لوث خدمت بجا لاتی ہے اور خدمت کے ہر موقع کو اس کے کمال تک پہنچانے کی کوشش کرتی ہے۔ گویا احسان کے ایک معنی ہر اچھے فعل کے کرنے اور ہر اچھے خُلق کے اظہار کو انتہا تک پہنچانے کے ہوتے ہیں۔

احسان کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کے رنگ میں رنگین ہو کر بنی نوع انسان پر احسان کرنا۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کی ایک صفت اس کا صمد ہونا ہے یعنی وہ کسی کا محتاج نہیں اور ہر شخص اس کا محتاج ہے۔ انسان کلی طور پر یہ صفت اپنے اندر پیدا نہیں کر سکتا کیونکہ اس کی اسے طاقت نہیں دی گئی۔ کسی انسان کو یہ استعداد نہیں دی گئی کہ وہ کلی طور پر یہ کہے کہ کسی کی اُسے ضرورت نہیں اور ہر ایک کو اس کی ضرورت ہے۔ یہ تو ایک عجیب خیال ہوگا بلکہ یہ تو پھر خدائی کا دعویٰ بن جائے گا کیونکہ اب بھی دیکھ لو یہاں جتنے آدمی بیٹھے ہوئے ہیں اُنہوں نے جو کپڑے پہنے ہوئے ہیں، ان کپڑوں کے بنانے والے آدمی کی انہیں احتیاج تھی اسی طرح اور ہزاروں مثالیں ہیں جو انسانی زندگی میں ہمیں ملتی ہیں لیکن خدا تعالیٰ صمد ہے وہ کسی کا محتاج نہیں ہے۔ اس صورت میں تو کوئی انسان اس صفت کی نقل نہیں کر سکتا کیونکہ انسان اپنی تمام کمزوریوں کے ساتھ آخر انسان ہے لیکن وہ اس معنی میں خدا تعالیٰ کی اس صفت کا رنگ اپنے

اوپر چڑھانے کی کوشش کرتا ہے۔ دوسروں پر اس کے جو حقوق ہوتے ہیں، وہ اُن سے پورے حقوق نہیں لیتا یعنی جن حقوق کی اُسے احتیاج ہے اور وہ دوسروں پر واجب ہیں اور ضرورت ہے کہ اس کے جو حقوق دوسروں پر واجب ہیں وہ سارے اُسے ملیں لیکن خدا تعالیٰ کی صفات کا رنگ اپنے اوپر چڑھانے کی غرض سے وہ یہ کہتا ہے کہ میرے حقوق کی سو یونٹ یا اکائیاں دوسرے شخص پر واجب ہیں لیکن میں ان میں سے صرف ۸۰ لوں گا اور ۲۰ چھوڑ دوں گا اور جو اس کا دوسرا پہلو ہے کہ ہر ایک شخص خدائے صمد کا محتاج ہے اس رنگ میں ہر ایک انسان کا محتاج نہیں ہوتا۔ کچھ ہلکی سے جھلک اس میں آ جاتی ہے اور وہ اس طرح پر کہ وہ یہ کہتا ہے کہ جو حقوق دوسروں کے اس پر واجب ہیں، اُن سے زیادہ میں دوسروں کو دوں گا یا اُن سے زیادہ حسن سلوک کروں گا۔

پس پورے طور پر تو انسان صمد نہیں بن سکتا اور نہ دوسروں کی محتاجی سے وہ نجات حاصل کر سکتا ہے اور نہ ہر ایک لحاظ سے اور ہر معنی میں اس کا محتاج بن سکتا ہے لیکن انسان کو جتنی طاقت دی گئی ہے اس کے مطابق اللہ تعالیٰ نے کہا ہے کہ وہ اس صفت (صمد) کا رنگ بھی اپنے اوپر چڑھائے۔ اس لئے جو لوگ یہ گلہ شکوہ کرتے ہیں کہ فلاں نے ہمارے ساتھ یہ کیا اور وہ کیا یا اُن پر ہمارا حق ہے وہ ہمیں ملنا چاہیئے، انہیں یہ معلوم ہونا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اگر تم محسن ہو تو یہ مطالبہ نہ کرو۔ جو تمہارے حقوق ہیں، اُن میں سے بہتوں کو چھوڑ دو۔ اُن کا مطالبہ نہ کرو لیکن تم نے دوسروں کے جو حقوق دینے ہیں، وہ تم زیادہ دو۔ اگر تم ایسا کرو گے اور ان دو طریقوں سے تم اپنی زندگی گزارو گے تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ میری معیّت تمہیں حاصل ہوگی۔ اگر تم متقی اور محسن بنو گے تو میں تمہارا متولی اور متکفل بن جاؤں گا۔ تم کسی اور کی طرف نگاہ نہ کرو میں ہر ضرورت کے وقت تمہاری مدد کروں گا اور تمہاری ہر ضرورت کو پورا کروں گا اور تمہیں یہ توفیق دوں گا کہ تم غیروں پر احسان کرو اور احسان کے ذریعہ اُن کے دلوں کو جیتو۔

خدا کرے کہ ہم جو جماعت احمدیہ کی طرف منسوب ہونے والے ہیں اور جن پر یہ ذمہ داری عائد کی گئی ہے کہ ساری دُنیا کے دل، محبت اور پیار اور خدمت کے ذریعہ سے خدا اور اس کے

رسول خاتم النّبیّن محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے جیتیں۔اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم وہ تمام صفات اپنے اندر پیدا کریں جن کے متعلق قرآن کریم نے کہا ہے کہ جب یہ باتیں تمہارے اندر پیدا ہو جائیں گی تو میں تمہارے ساتھ ہوں گا۔تم میری معیّت اور میری پناہ میں ہو گے۔تم میری محبت اور میری رحمت کے سایہ میں ہو گے۔خدا تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(از رجسٹر خطبات ناصر غیر مطبوعہ)

❀❀❀